

۲۰۱۸ء: پاکستان کے بارے میں انسانی اسمگلنگ رپورٹ

حکومت پاکستان انسانی اسمگلنگ کے خاتمے کے لیے کم سے کم پیمانے پر پورا نہیں اترتی، لیکن وہ اس ضمن میں نمایاں کوششیں کر رہی ہے۔ حکومت نے، گزشتہ رپورٹ کی تیاری کی مدت کی بہ نسبت، اس مرتبہ زیادہ کوششیں کیں، اس لیے پاکستان کو درجہ دوم میں ترقی دی گئی ہے۔ حکومت نے بدکاری کے لیے لے جائے گئے متاثرہ افراد کی نشاندہی میں اضافہ، تفتیش اور قانونی کارروائی میں تیزی لاکر انسانی اسمگلنگ کے خلاف کارروائیوں میں بہتری کا مظاہرہ کیا۔ پنجاب کی صوبائی حکومت نے ملک میں افراد کے سب سے گھمبیر مسئلے جبری مشقت کے خاتمہ کے لیے تفتیش، چارہ جوئی اور سزاؤں کے لیے اقدامات میں اضافہ کیا۔ آزاد جموں و کشمیر کی حکومت نے جبری مشقت پر پابندی کا قانون منظور کیا۔ خیبر پختونخوا نے عورتوں کے لیے دو جبکہ سندھ نے بچوں کے لیے تین مزید دارالامان قائم کیے۔ حکومت نے انسانی اسمگلنگ اور تارکین وطن کی غیر قانونی منتقلی کے خاتمے کے لیے تشکیل دیئے گئے قومی تزویراتی لائحہ عمل برائے ۲۰۱۵-۲۰۲۰ء پر عملدرآمد جاری رکھا۔ اس کے باوجود حکومت متعدد کلیدی معاملات میں کم سے کم معیار پر پورا نہیں اتر سکی۔ مجموعی طور پر محنت کش افراد کی اسمگلنگ کے مسئلے کی وسعت کی نسبت اس کے خاتمے کے لیے کی جانے والی قانونی کارروائیاں ناکافی تھیں، تاہم پنجاب جبری مشقت کے خلاف قانونی کارروائیاں اور سزا دینے والا واحد صوبہ تھا۔ جسم فروشی کی غرض سے کی جانے والی انسانی اسمگلنگ میں ملوث افراد کو سزاؤں کی شرح میں کمی ہوئی اور پاکستان میں انسانی اسمگلنگ کے مسئلے کی سنگینی کے باوجود اس کے تدارک کے لیے دی جانے والی مجموعی سزا کی شرح کم تھی۔ انسانی اسمگلنگ کے جرائم میں سرکاری حکام کے ملوث ہونے کا مسئلہ بدستور برقرار رہا لیکن اس کے باوجود حکومت نے ان مجرموں کے احتساب کے لیے کسی بھی نوعیت کے قانونی اقدامات نہیں اٹھائے، جس میں انسانی اسمگلنگ میں ملوث ایک اعلیٰ سفارتی عہدیدار کے خلاف کارروائی میں ناکامی بھی شامل تھی۔ حکومت کی جانب سے فراہم کی جانے والی تحفظ کی کوششیں بے ربط تھیں اور نشاندہی کردہ متاثرین میں سے بہت کم تعداد میں لوگوں کو مدد فراہم کی گئی۔

سفارشات برائے پاکستان

منصفانہ طریقہ ہائے کار کا مکمل احترام کرتے ہوئے استغاثہ اور سزاؤں کے عمل میں اضافہ کیا جائے، خاص طور پر جبری مشقت اور بیگار کے انسداد کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ انسانی اسمگلنگ کے انسداد کے لیے ایسی قانون سازی کی جائے جو ہر قسم کی انسانی اسمگلنگ کو جرم قرار دے کر، بشمول جسم فروشی کے لیے اٹھارہ سال سے کم عمر بچوں کی اسمگلنگ، اور دیگر سنگین جرائم سے ملتی جلتی سزائیں دی جائیں، جیسا کہ عصمت دری کی صورت میں دی جاتی ہے، اس دھندے میں سرکاری حکام کے ملوث ہونے کی باوثوق اطلاعات کی بھرپور تفتیش کی جائے اور ملوث افسران کے خلاف قانونی کارروائی کر کے سخت سزا دی جائے، اسمگلنگ کے شکار افراد بشمول مردوں اور لڑکوں کی امداد کے لیے اضافی وسائل فراہم کیے جائیں اور یہ بات یقینی بنائیں کہ متاثرہ افراد کو اسمگلنگ کے نتیجے میں کئے گئے کاموں کی سزا نہیں دی جائے گی، متاثرہ افراد کی شناخت اور بحالی کے مراکز تک منتقلی کے لیے صوبائی سطح پر یکساں طریقہ ہائے کار کی تیاری، ترویج اور استعمال کو یقینی بنایا جائے، اسمگلروں کے چنگل سے رہائی پانے والے محنت کشوں کے لیے شناختی دستاویزات کا حصول اور سرکاری سہولیات تک رسائی آسان بنائی جائے، محنت کشوں سے وصول کی جانے والی فیس کا خاتمہ کیا جائے، پالیسیاں جاری

کرنے کا ساتھ ساتھ سرکاری حکام کو تربیت دی جائے کہ انسانی اسمگلنگ اور تارکین وطن کی غیر قانونی منتقلی میں تفریق کر سکیں، جبری مشقت سمیت انسانی اسمگلنگ سے نمٹنے کے لیے تربیت، آگہی مہم، مالی وسائل کی فراہمی اور رابطہ ٹاسک فورس کے قیام کو یقینی بنا کر اور صوبائی سطح کے قوانین کے نفاذ کے ذریعے صوبائی حکومتوں کی صلاحیت میں اضافہ کیا جائے، خواتین کے ترک وطن پر عائد پابندی کا خاتمہ کر کے غیر قانونی طریقوں سے عورتوں کی اسمگلنگ کی حوصلہ شکنی کی جائے، انسانی اسمگلنگ کے اعداد و شمار جمع کرنے اور ان کے درست تجزیے اور اس کو عمومی اسمگلنگ کے اعداد و شمار سے الگ کرنے کی کوششوں کو بہتر بنایا جائے اور اقوام متحدہ کے ٹی آئی پی پروٹوکول ۲۰۰۰ء پر عملدرآمد کے لیے اقدامات کیے جائیں۔

استغاثہ

حکومت نے انسانی اسمگلنگ کے خلاف قانونی کوششیں جاری رکھیں۔ پاکستانی قانون ہر قسم کی جسم فروشی اور لیبر اسمگلنگ کو جرم قرار نہیں دیتا۔ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۱۳۶۹ء، ترمیم شدہ مجریہ مارچ ۲۰۱۶ء میں عورتوں اور بچوں کی بین الاقوامی اور اندرون ملک جبری مشقت اور بین الاقوامی اور اندرون ملک جسم فروشی کے لیے ان کی اسمگلنگ کو جرم قرار دیتا ہے۔ بین الاقوامی قانون کے برعکس، سیکشن ۱۳۶۹ء کے تحت یہ ضروری ہے کہ کسٹمر کی جسم فروشی کے لئے اسمگل کرنے کے جرم میں جرم و طاعت کا استعمال، فریب و دھوکہ اور زبردستی کا پہلو ثابت کیا جائے۔ اس لیے تمام اقسام کی بچوں کی جسم فروشی کے لیے اسمگلنگ جرم تصور نہیں ہوتی۔ سیکشن ۱۳۶۹ء میں مقرر کردہ سزاؤں میں پانچ سے سات سال قید، پانچ لاکھ سے سات لاکھ پاکستانی روپے (۵۳۰،۴۳۰ ڈالر) جرمانہ یا دونوں شامل ہیں۔ یہ سزائیں مناسب حد تک سخت ہیں مگر، جسم فروشی کے حوالہ سے، یہ سزائیں اس نوعیت کے دیگر سنگین جرائم جیسے عصمت دری کی سزا کے برابر نہیں ہے۔ تعزیرات پاکستان کی متعدد دیگر دفعات بھی انسانی اسمگلنگ کے بعض دوسری اقسام کو جرم قرار دیتی ہیں، جیسا کہ غلامی، کسٹمر کی جسم فروشی کے مقصد سے خرید و فروخت اور ان جرائم کے زیادہ سے زیادہ سزائیں پانچ سال سے عمر قید تک ہو سکتی ہیں۔ یہ مقرر کردہ سزائیں مناسب حد تک سخت تھیں اور زنا بالجبر جیسے سنگین جرائم کی سزا کے برابر ہیں۔ جسم فروشی اور جبری مشقت کے لیے بین الاقوامی اسمگلنگ جرم اور ساتھ ساتھ بعض دیگر غیر انسانی اسمگلنگ جرائم جیسا کہ تارکین وطن کی منتقلی اور دھوکہ دہی سے کسی بچے کو گود لینے جیسے جرائم کو پریوینشن اینڈ کنٹرول آف ہیومن ٹریڈنگ آرڈیننس (پی اے سی ایچ ٹی او) کے تحت جرم قرار دیا گیا ہے، جس کے لیے سات سے ۱۴ سال قید کی سزا تجویز کی گئی ہے۔ پی اے سی ایچ ٹی او کے تحت مقرر کردہ سزائیں مناسب حد تک سخت اور عصمت دری جیسے سنگین جرائم کی سزا کے برابر ہیں۔ بانڈیڈ لیبر سسٹم ایبالیٹن ایکٹ (بی ایل ایس اے) کے تحت بیگار کو جرم قرار دیا گیا ہے اور اس کی سزا دو سے پانچ سال قید، جرمانہ یا دونوں مقرر کی گئی ہیں، یہ سزائیں مناسب حد تک سخت تھیں۔ ۲۰۱۰ء میں اختیارات کی چلی سطح پر منتقلی کے سلسلہ کے تحت اکثر صوبائی حکومتوں نے اپنے لیبر قوانین نافذ کیے ہیں، جبکہ وفاقی قوانین اس وقت تک نافذ العمل رہیں گے جب تک صوبائی سطح پر متعلقہ قوانین نہیں بن جاتے۔ مذکورہ سال کے دوران آزاد جموں و کشمیر کی حکومت نے بھی خیر پختونخوا، پنجاب اور سندھ کی طرح بی ایل ایس اے نافذ کیا۔ قومی اسمبلی نے حالیہ رپورٹنگ کے عرصہ کے دوران انسانی اسمگلنگ بل پر متعدد بار غور و خوض کیا، یہ بل پاس ہونے کے بعد ملک بھر میں موثر ہو گا۔ رپورٹ کے آخری مراحل تک مذکورہ بل کمیٹی کے پاس زیر نظر ثانی تھا۔

حکومت نے پی اے سی ایچ ٹی او کے تحت ۲۰۱۷ء میں ۹۰ مہینہ انسانی اسمگلروں کے خلاف تفتیش، ۵۳ کے خلاف قانونی استغاثہ اور ۲۹ کو سزا دی، ۲۰۱۶ء کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو حکومت نے ۹۸ مہینہ انسانی اسمگلروں کے خلاف تفتیش، ۶۰ کے خلاف استغاثہ اور ۲۵ کو سزا سنائی تھی۔ جیسا کہ پی اے سی ایچ ٹی او انسانی اسمگلنگ اور تارکین وطن کی غیر قانونی منتقلی دونوں کو جرم قرار دیتا ہے، لیکن انسانی اسمگلنگ اور تارکین وطن کی غیر قانونی منتقلی کے خاتمے کے لئے قوانین اور پالیسیوں کے درمیان فرق ہونے کے باوجود بعض قانون نافذ کرنے والے افسران نے دونوں جرائم میں تفریق کرنے میں الجھن کا شکار رہے، جس کے باعث اس حوالے سے اعداد و شمار میں غلطی کی گنجائش ممکن ہے۔ حکومت نے صوبوں اور خصوصی انتظامی علاقوں میں انسانی اسمگلنگ کے خلاف تفتیش، استغاثہ اور تعزیراتی سزائوں کے بارے میں اعداد و شمار بھی فراہم کئے۔ مجموعی طور پر حکومت نے ۶،۳۷۶ مہینہ جسم فروشی کے لیے اسمگلنگ کے مقدمات کی تفتیش کی، جن میں سے ۶،۲۳۲ میں عدالتی کارروائی کی اطلاعات تھیں جو گزشتہ رپورٹنگ کے عرصے کے دوران جمع کیے گئے اعداد و شمار کی بہ نسبت زیادہ واقعات تھے۔ گزشتہ رپورٹنگ کے عرصے کے دوران ۲،۹۷۹ مہینہ جسم فروشی کے لئے انسانی اسمگلنگ کے ملزمان سے تفتیش اور ۲،۰۲۱ کو سزا دی گئی تھی۔ حکومت کی جانب سے جسم فروشی کے لئے اسمگلنگ میں ملوث افراد کو دی جانے والی سزا گزشتہ رپورٹنگ کی نسبت اس سال ۱۱۱ سے کم ہو کر ۷۲ تھی، حالانکہ خیر پختونخوا کی حکومت نے گزشتہ دور رپورٹوں کی بہ نسبت اس مرتبہ جسم فروشی کے لئے اسمگلنگ کے پانچ واقعات میں سزا سنائی۔ پنجاب کے حکام نے بتایا کہ وہاں پر جسم فروشی کے لئے اسمگلنگ کے خلاف قوانین کا بڑے پیمانے پر سختی سے نفاذ کیا گیا، جسم فروشی کے لئے اسمگلنگ کے حوالے سے قومی اعداد و شمار کے مطابق ۹۵ فیصد مقدمات کی تفتیش اور ۹۳ فیصد سزائیں پنجاب میں دی گئیں۔

پاکستان میں جبری مشقت اور بیگار کے مسئلہ کی سنگینی کے باوجود حکومت کی جانب سے جبری مشقت کے لئے اسمگلنگ کے خلاف قانونی اقدامات اور کارروائیاں ناکافی تھیں، تاہم مجموعی طور پر پنجاب میں بیگار کے خلاف تفتیش، قانونی چارہ جوئی اور سزا دینے کے عمل میں اضافہ دیکھا گیا۔ رپورٹنگ کے عرصے کے دوران وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں بیگار کا ایک واقعہ رپورٹ ہوا، جبکہ پنجاب بی ایل ایس اے کے تحت قانونی کارروائی کرنے والا واحد صوبہ تھا۔ پنجاب کے صوبائی حکام نے بتایا کہ گزشتہ سال کے دوران ۲۶۴ انسانی اسمگلرز کے خلاف تفتیش، ۲۵۷ کے خلاف استغاثہ اور ۳ کو جبری مشقت کے مقدمات میں سزا دی گئی، جو کہ گزشتہ رپورٹ کی بہ نسبت خاصہ اضافہ ہے۔ گزشتہ رپورٹنگ عرصہ کے دوران ۲ مہینہ اسمگلروں کے خلاف تفتیش، ۱۲ کے خلاف قانونی چارہ جوئی اور ۱۰ کو سزا دی گئی تھی۔ ایک بین الاقوامی تنظیم کا کہنا ہے کہ پولیس کی جانب سے جرائم کی شکایتوں پر کارروائی نہ کرنے اور ماتحت عدالتوں میں بیٹھے جج حضرات کی بی ایل ایس اے کے بارے میں کم فہمی کے باعث بی ایل ایس اے کا ملکی سطح پر مناسب نفاذ نہیں ہو پایا ہے۔ ذرائع ابلاغ نے سندھ میں زرعی فارموں پر تین پولیس چھاپوں کی خبریں نشر کیں، جن کے نتیجے میں ۸۰ مردوں، عورتوں اور بچوں کو بیگار کیمپوں سے آزاد کرایا گیا، جب کہ اسلام آباد میں اینٹوں کے ایک بھٹے پر چھاپے میں ایک ہی خاندان کے ۵ لوگوں کو آزاد کرایا گیا، جیسا کہ میڈیا رپورٹوں میں بتایا گیا کہ اسلام آباد کے واقعہ میں فرد جرم لاگو کی گئی، لیکن سرکاری یا ذرائع ابلاغ کے ذرائع نے سندھ میں ہونے والے واقعات کے مقدمات میں فرد جرم لاگو ہونے کی کوئی اطلاع نہیں دی۔ پنجاب تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۳۷۴ کے تحت غیر قانونی جبری مشقت اور دفعہ ۳۶۹ اے کے تحت غیر قانونی منتقلی کے خلاف قانونی کارروائی کرنے والا واحد صوبہ تھا۔ رپورٹ کی تیاری کے عرصہ کے دوران دفعہ ۳۷۴ کے تحت پنجاب میں چار مجرموں کے خلاف تفتیش ہوئی اور استغاثہ نے کارروائی کی۔ دفعہ ۳۶۹ اے کے تحت پنجاب میں غیر قانونی انسانی منتقلی میں ملوث ۱۱۴ مجرموں کے

خلاف تفتیش ۱۱۲ مہینہ مجرموں کے خلاف قانونی چارہ جوئی اور ۷۰ کو سزا دی گئی، مگر ان اعداد و شمار میں جسم فروشی اور جبری مشقت کے لئے منتقلی کے مقدمات کے درمیان تفریق نہیں کی گئی۔ رپورٹ کی تیاری کے عرصہ کے دوران، جبری مشقت کے لئے منتقلی کے خلاف سندھ کی قانونی کارروائیوں میں کمی ہوئی اور مجموعی طور پر فقط تین ملوث افراد کے خلاف تفتیش اور تین کو تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۳۷۰ کے تحت سزا دی گئی، جو کہ کسی بھی شخص کو غلام بنانے کے لئے خرید و فروخت اور دفعہ ۳۷۱ جو کہ غلاموں کی خرید و فروخت کے بارے میں ہے، گزشتہ رپورٹنگ دورانیہ سے موازنہ کیا جائے تو اس میں ۱۹ مہینہ ملوث افراد کے خلاف تفتیش اور ۱۶ کو سزا دی گئی تھی۔ حکومت کی جانب سے بیگار کے لئے منتقلی کے ساتھ تعزیرات پاکستان کی ان دفعات کے حوالے سے بھی اعداد و شمار جاری کیے گئے جو کہ دیگر نان ٹریڈنگ جرائم کو جرم قرار دیتے ہیں لیکن ان دستاویزات میں مذکورہ تعزیرات کے تحت بیگار کے خاتمہ کے لئے خصوصی اقدامات کے بارے میں اعداد و شمار کو علیحدہ بیان نہیں کیا گیا۔ حکومت نے ان سزاؤں میں کسی بھی انفرادی سزا کا ذکر نہیں کیا۔

انسانی اسمگلنگ کے خلاف حکومت کا مرکزی اطلاعاتی ورابطہ کار ادارہ فیڈرل انویسٹی گیشن ایجنسی (ایف آئی اے) تھا، باوجودیکہ انسانی اسمگلنگ کے خلاف کارروائی کے لیے اس ادارہ کے اختیار محدود ہیں اور یہ فقط بین الاقوامی جرائم پر مبنی پی اے سی ایچ ٹی او کے تحت قابل سزا جرائم کے خلاف کارروائی کر سکتا ہے۔ ایف آئی اے نے انسانوں کی اسمگلنگ اور تارکین وطن کی غیر قانونی منتقلی کے مقدمات کی تفتیش انسداد ٹریڈنگ کے لیے موجود اس کی مقامی، صوبائی اور وفاقی سطح پر قائم ۲۷ ٹاسک فورسز کے توسط سے کی۔ نئے بھرتی ہونے والے اہلکاروں کے لئے ایف آئی اے کی تربیت میں انسانی اسمگلنگ اور تارکین وطن کی غیر قانونی منتقلی کے بارے میں معلومات شامل ہیں۔ ایف آئی اے کے مطابق ۲۰۱۷ء میں غیر ملکی حکومتوں اور عالمی اداروں کی جانب سے منعقد کی گئی چھ تربیتی نشستوں میں اس کے ۱۷ قانون نافذ کرنے والے افسران نے حصہ لیا، بعض تربیتوں کے لئے ایف آئی اے نے خود خرچہ اٹھایا۔

انسانی اسمگلنگ کے واقعات میں سرکاری حکام کا ملوث ہونا باعث تشویش ہے کیونکہ حکومت نے باوثوق الزامات کو نمٹانے کے لئے زیادہ تردد نہیں کیا اور گزشتہ ۱۰ سالوں کے دوران انسانی اسمگلنگ کے جرائم میں ملوث سرکاری افراد کو سزا کی ایک بھی مثال سامنے نہیں آئی۔

بعض جاگیر دار اور بھٹہ مالکان سیاسی جماعتوں سے منسلک یا کسی سرکاری عہدہ پر براہمان تھے اور انہوں نے مہینہ طور پر جبری مشقت کے جرم میں خود کے ملوث ہونے کو چھپانے کے لئے اثر و رسوخ کا استعمال کیا۔ بعض واقعات میں جب بیگار کے شکار افراد نے فرار ہونے یا قانونی مدد حاصل کرنے کی کوشش کی تو پولیس نے ان کی شکایت درج کرنے سے انکار کیا اور بعض پولیس افسران نے تو بیگار کا شکار ایسے افراد کو ان کے غیر قانونی مالکان کے پاس واپس بھیج دیا۔ این جی اوز کے مطابق جبری مشقت میں ملوث افراد نے متاثرہ فریقوں کے خلاف کامیابی سے جھوٹے مقدمات درج کروا کر ان کو گرفتار اور قید کروایا۔ بعض پولیس افسران نے افراد کی غیر قانونی منتقلی کے خلاف اقدامات فقط ذرائع ابلاغ اور انسانی حقوق کے کارکنوں کی کوششوں کے دباؤ میں آکر کیے جبکہ بعض اطلاعات کے مطابق پولیس نے جسم فروشی کے جرم کو رشوت لے کر نظر انداز کر دیا، جن میں جنسی کاروبار کے لئے اسمگلنگ کا عنصر شامل ہونے کا بھی شبہ تھا۔ نومبر ۲۰۱۶ء میں گلگت بلتستان قانون ساز اسمبلی اور گلگت بلتستان کے سینئر حکام پر ذرائع ابلاغ کی رپورٹوں میں الزام

لگایا گیا کہ وہ جسم فروشی کے لئے بچوں کی خرید و فروخت میں ملوث ہیں، لہذا حکومت نے گلگت بلتستان اسمبلی کے ارکان کی ایک کمیٹی کو ان الزامات کی تفتیش کی ذمہ داری سونپی لیکن تفتیش کا کوئی بھی نتیجہ سامنے نہیں آیا۔ جنوری ۲۰۱۷ء میں اسلام آباد ہائی کورٹ کے ایک جج کو دس سالہ کمسن بچی کو جبری ملازمت پر مجبور کرنے اور تشدد کے الزام میں معطل کیا گیا، رپورٹ مرتب ہونے کے آخری مراحل تک یہ مقدمہ عدالت میں زیر سماعت تھا۔ فروری ۲۰۱۸ء میں آسٹریلیوی میڈیائیے رپورٹ کیا کہ آسٹریلیا میں متعین پاکستانی ہائی کمشنر کو اپنے گھریلو ملازم کو اٹھارہ ماہ تک جبری مشقت کا شکار بنانے میں ملوث قرار دیا گیا ہے، آسٹریلیوی حکومت نے الزامات کی تفتیش کی اور متاثرہ فرد کو پناہ دی لیکن حکومت پاکستان کی جانب سے ایسی کوئی اطلاع نہیں آئی کہ مذکورہ عموں کے رد عمل میں کوئی بھی فوجداری یا انتظامی تفتیش کی گئی ہو۔

تحفظ

حکومت نے متاثرہ افراد کی نشاندہی کے عمل میں اضافہ کیا، لیکن ان کے تحفظ اور امداد کی خاطر ملی جلی کوششیں کی گئیں۔ حکومت کے مطابق قانون نافذ کرنے کے ذمہ دار، امیگریشن اور خدمت عامہ کے حکام کو اپنے اپنے محکموں کے اندر غیر قانونی منتقلی کا شکار افراد کی نشاندہی کے حوالے سے مروجہ طریقہ کار دستیاب تھے تاہم یہ معلوم نہیں ہو سکا ان طریقہ ہائے کار کا کتنے وسیع پیمانے پر پرچار کیا گیا اور یہ کہ حکام نے متاثرین کی شناخت کے لئے مذکورہ طریقہ ہائے کار استعمال کئے یا نہیں۔ حکومت نے متاثرین کی شناخت کے لئے امیگریشن حکام کے سوا صوبائی سطح کے اہلکاروں کو تربیت فراہم نہیں کی۔ حکومتی رپورٹوں کے مطابق وفاقی اور صوبائی سطح پر ۱۴،۵۸۸ متاثرین کی شناخت کی گئی جو کہ ۲۰۱۶ء کے ۴،۶۳۹ کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ ایف آئی اے کے اسناد ڈریٹنگ یونٹوں نے ۲۰۱۷ء میں ۷ پاکستانی متاثرین کی شناخت کی جبکہ اس دورانیہ میں کوئی بھی غیر ملکی متاثر شامل نہیں تھا، ۲۰۱۶ء میں ۱۳۱ پاکستانی انسانی اسمگلنگ کا شکار ہوئے تھے۔ صوبائی پولیس نے ۲۰۱۷ء میں ۵۷۱، ۱۴ متاثرین کا پتہ چلایا، جن میں ۱۳۳، ۱۲ عورتیں، ۱۳۳، ۲ مرد اور ۱۰ بچے شامل تھے۔ ۲۰۱۶ء کی نسبت یہ عورت متاثرین کی نشاندہی میں بہت بڑا اضافہ تھا، کیونکہ ۲۰۱۶ء میں ۱۳۴، ۲ عورتیں، ۱۸۴، ۲ مرد اور ۲۰۰ بچے شامل تھے۔ حکومت نے اس حوالے سے کوئی اطلاع نہیں دی کہ یہ افراد انسانی اسمگلنگ کی کون سی نوعیت کا شکار تھے اور ان کے صوبائی تعلق کے حوالے سے بھی اعداد و شمار فراہم نہیں کیے گئے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ طریقہ ہائے کار کی عدم ترویج اور تربیت کی کمی کی وجہ سے حکام نے جسم فروشی کے لئے منتقلی کے متاثرہ افراد کو غیر اخلاقی جرائم میں ملوث قرار دیا ہو۔ این جی اوز نے بعض قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں پر الزامات لگائے کہ انہوں نے بیگار کے شکار افراد پر بھٹے مالکان اور زمینداروں کی جانب سے جھوٹے مقدمات درج کرنے کی اجازت دی۔

وفاقی حکومت نے متاثرین کو صوبائی اور وفاقی سطح پر مختلف اداروں کے پاس دیکھ بھال کے لئے بھیجا۔ حکومت کے مطابق ۲۰۱۶ء کے ۳۵۱ لوگوں کی نسبت اس سال ۳۰۳ متاثرین کو بحالی مراکز منتقل کیا گیا۔ ایف آئی اے کے مطابق ادارے نے شناخت کیے گئے ۷ متاثرین کو غیر سرکاری تنظیم کے زیر انتظام دارالامان اور خدمات بحالی مرکز کی طرف منتقل کیا جبکہ صوبائی پولیس نے شناخت کیے گئے ۵۷۱، ۱۴ میں سے صرف ۲۸۶ متاثرین کو بحالی مرکز ریفر کیا، جبکہ بقایا ۲۸۵، ۱۴ متاثرین کے ساتھ ہونے والے سلوک کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا گیا۔ سول سوسائٹی نے حکومتی امداد کے بغیر بھی متاثرین کو خدمات کی فراہمی جاری رکھی۔ سرکاری دارالامان مختلف قسم کے مشکل حالات کا شکار خواتین بشمول اسمگلنگ کی متاثرین کے لئے

دستیاب تھے۔ پنجاب میں موجود ۳۶ ضلعی سطح کے دارالامان برائے خواتین فعال تھے۔ سندھ حکومت صوبہ کے ۲۹ اضلاع میں سے تین میں دارالامان برائے خواتین چلا رہی ہے، جو مشکلات کا شکار خواتین کو طبی اور قانونی امداد فراہم کرتے ہیں اور ان کو ۷ گھنٹے تک پناہ دیتے ہیں۔ خیبر پختونخوا حکومت کے مطابق صوبہ کے ۲۶ میں سے چھ اضلاع میں عورتوں کے لئے دارالامان دستیاب ہیں، گزشتہ رپورٹنگ کی نسبت ان میں دو کا اضافہ ہوا ہے اور بلوچستان کے ۳۲ اضلاع میں عورتوں کے لئے فقط ایک دارالامان ہے۔ غیر سرکاری اداروں اور مقامی سیاستدانوں نے سرکاری دارالامان میں غیر معیاری انتظامات اور وسائل کی کمی پر تشویش کا اظہار کیا۔ غیر سرکاری تنظیموں کے مطابق حکومت کی جانب سے چلائے جانے والے دارالامان میں متاثرہ عورتوں کی نقل و حرکت کی آزادی کو محدود کیا گیا اور حالیہ دنوں میں خبریں تھیں کہ اسمگلروں نے عورتوں کو جسم فروشی پر مجبور کیا۔ پنجاب نے اپنے مربوط صوبائی دارالامان نظام کو فعال رکھا جس میں تشدد کا شکار خواتین کو پناہ، طبی اور نفسیاتی امداد اور قانون، عدالتی حکام اور کورٹ روم تک رسائی کی سہولیات فراہم کیں۔ یہ مرکز ٹریفکنگ متاثرین سمیت تشدد کا شکار ہر قسم کی عورتوں کے لئے دستیاب تھا لیکن یہاں پر غیر قانونی منتقلی کی متاثرین کی کسی حوالہ کے ذریعہ سے آمد کے متعلق کوئی اطلاع نہیں تھی۔

صوبائی سطح پر چائلڈ پروٹیکشن یونٹ (سی پی یو) نے پنجاب، سندھ اور خیبر پختونخوا میں غیر سرکاری تنظیموں اور حکومتی بحالی اداروں کو استحصال اور جبری مشقت کا شکار بچوں کے بارے میں اطلاعات پہنچائیں۔ سندھ کے مطابق وہ تین اضافی یونٹوں کے ساتھ اس وقت ۱۵ سی پی یو چلا رہا ہے۔ بلوچستان کی جانب سے نومبر ۲۰۱۶ء میں سارے اضلاع میں مذکورہ طرز کے یونٹ قائم کرنے کے بارے میں قانون سازی کے باوجود کوئی بھی سی پی یو قائم کرنے کے بارے میں اطلاع نہیں تھی۔ لڑکوں کو سرکاری دارالامان تک رسائی حاصل تھی لیکن حکومت نے ۱۸ سال سے بڑی عمر کے مردوں کے لئے دارالامان کی مد میں مالی وسائل فراہم نہیں کیے۔ پنجاب چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو (سی پی ڈبلیو بی) نے تحفظ اطفال مراکز میں بچوں کو رہائش دی۔ سی پی ڈبلیو بی نے بے گھر بچوں کی شناخت اور اندراج کے لئے عوامی استقبالیہ مراکز فعال کئے، ۲۰۱۷ء کے دوران، ان مراکز نے ۴،۴۲،۶ بچے بحالی مراکز کے پاس بھیجے، جبکہ ۲۰۱۶ء میں ۴،۴۵،۱ بچے بھیجے گئے تھے۔ حکام نے یہ معلومات نہیں فراہم کیں کہ ان میں سے کتنے بچے ایسے تھے جن سے زبردستی بھیک منگوائی جاتی تھی۔ سی پی ڈبلیو بی نے گھریلو ملازمت کا شکار ۱۷ بچوں کو چھڑایا۔ خیبر پختونخوا نے بے گھر بچوں کے لئے ۱۰۰۰ بستروں پر مشتمل دارالامان فعال اور جاری رکھا۔

بی ایل ایس اے کے تحت ضلعی انتظامیہ پر لازم ہے کہ وہ اس قانون نفاذ کے لیے اور بیگار کا شکار افراد کی مدد کے لیے نگران کمیٹیاں قائم کرے۔ پنجاب حکومت کی اطلاعات کے مطابق اس کی ضلعی کمیٹیوں نے رپورٹنگ کے عرصہ کے دوران ۸۳ اجلاس منعقد کئے۔ غیر سرکاری تنظیموں کے مطابق سندھ حکومت نے خاص طور پر بی ایل ایس اے کو نافذ کیا اور نہ ہی مطلوبہ ضلعی سطح کی کمیٹیاں قائم کیں۔ یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ آیا خیبر پختونخوا میں بی ایل ایس اے کے تحت قائم ضلعی کمیٹیاں فعال تھیں یا نہیں۔ پنجاب اور خیبر پختونخوا کی حکومتوں نے مدد کے متلاشی بیگار میں پھنسے مزدوروں کو آزادی کے لئے قانونی مدد فراہم کی۔ بیگار کا شکار محنت کش آزاد تو ہو جاتے تھے لیکن شناختی دستاویزات کی عدم دستیابی کی وجہ سے سرکاری سہولیات بشمول صحت کی دیکھ بھال اور غذا کے لئے وظائف سے محروم رہتے تھے اور بعض اوقات ان کو بھٹوں اور فارموں کی طرف دوبارہ لوٹ کر جانا اور مزید قرضہ اٹھانا پڑا۔ پنجاب کے محکمہ لیبر نے ۲۱،۵۶۷ شناختی دستاویزات بھٹے مزدوروں کو مذکورہ سال کے دوران جاری کئے، جس کے وجہ

سے ان کو سرکاری مراعات تک رسائی حاصل ہوئی اور انسانی اسمگلنگ کا شکار ہونے کے خدشات میں کمی واقع ہوئی۔ غیر سرکاری تنظیموں کے تحت چلنے والے دارالامان بیگار کا شکار افراد اور ان کے اہل خانہ کے لئے میسر تھے۔ حکومت کے مطابق اس نے متاثرین کو تحفظ فراہم کر کے حوصلہ افزائی کی کہ وہ تفتیش میں تعاون کریں، لیکن اس نے یہ اطلاعات نہیں فراہم کیں کہ کتنے افراد کو ۲۰۱۷ء میں اس نوعیت کا تحفظ فراہم کیا گیا اور یہ بھی واضح ہے کہ تحفظ کتنی مرتبہ میسر آیا یا کتنا مناسب تھا۔ متاثرین نے اپنے اور اپنے خاندان کو تشدد کے خطرات کے باعث ان کو قید کرنے والے اسمگلروں کے خلاف گواہی دینے سے گریز کیا۔ وزارت داخلہ کو یہ اختیار حاصل تھا کہ غیر ملکی متاثرین کو اس وقت تک ملک میں رہنے کی اجازت فراہم کرے جب تک سپریم کورٹ کے وفاقی نظر ثانی بورڈ کی جانب سے متاثرین کی ان کے وطن واپسی کے لئے فیصلہ نہیں سنایا جاتا۔ لیکن یہ غیر واضح تھا کہ اس پالیسی کے تحت متاثرین کو بیرون ملک بھیجنے کے مستقل قانونی متبادل موجود تھے یا نہیں، جہاں متاثرین کو واپسی کی صورت میں سزایا مشکلات کا سامنا ہو سکتا تھا۔

روک تھام

حکومت نے انسانی اسمگلنگ کے خاتمے کے لئے اقدامات جاری رکھے، حکومت کی اطلاعات کے مطابق اس نے قومی تزویراتی لائحہ عمل ۲۰۱۵-۲۰۲۰ء برائے انسداد انسانی اسمگلنگ وغیر قانونی منتقلی تارکین وطن کے نفاذ کے لئے کوششیں جاری رکھیں۔ صوبائی حکومتوں نے ترقیاتی کاموں سے متعلقہ لیبر پروگراموں کے لئے وسائل کو مختص کرنے کا سلسلہ جاری رکھا، جن میں سے بعض بیگار کے خاتمے کے لئے وضع کیے گئے تھے۔ محکمہ لیبر خیبر پختونخوا نے بچوں اور بیگار کے خاتمے کے لئے اپنے دفتر کے زیر انتظام خصوصی معائنہ ٹیموں کے لئے ۷۰ لاکھ روپے (۳۳۱۰،۶۹۰ ڈالر) مختص کیے۔ پنجاب نے بھی بچوں سے مشقت اور بیگار کی لعنت کے خاتمے کے لئے اپنے کثیر سالہ منصوبہ پر عملدرآمد جاری رکھا۔ پنجاب نے اجرت کی عدم ادائیگی اور تنخواہوں سے غیر قانونی کٹوتی سمیت لیبر قوانین کی خلاف ورزی پر ۵۱۶،۱ بھٹہ مالکان کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی اور مجموعی طور پر ۵۱۹،۰۰۰ روپیہ (۷۰۰،۴۳ ڈالر) جرمانہ عائد کیا، جبکہ گزشتہ رپورٹنگ دورانیہ میں ۹۷۹،۳ بھٹہ مالکان کے خلاف قانونی کارروائی کی گئی تھی۔ پنجاب کے محکمہ لیبر نے بھٹوں میں بچوں سے مزدوری لینے کے خاتمے سمیت لیبر قوانین کی خلاف ورزی کی روک تھام اور بچوں کو بھٹوں سے ہٹا کر اسکول میں داخل کرنے کے لئے ہاٹ لائن رابطہ سروس کو فعال رکھا۔ حکومت پنجاب نے، رپورٹنگ دورانیہ کے اختتام تک بتایا کہ اس نے ۸۷،۰۱۳ بچوں کو اسکول میں داخل کیا۔ بلوچستان، خیبر پختونخوا، پنجاب اور سندھ کی حکومتوں نے بچوں سے مشقت کی بدترین قسم اور دیگر لیبر خلاف ورزیوں کے خاتمے کے لئے کثیر سالہ منصوبوں کے لئے وسائل مختص کرنے کا سلسلہ اور ان پر عملدرآمد جاری رکھا۔ پنجاب نے بھٹے مزدوروں کے بچوں کی پیدائش کے اندراج کے منصوبہ پر عملدرآمد بھی جاری رکھا۔ ایف آئی اے کے تحقیق و تجزیاتی مرکز نے افراد کی غیر قانونی منتقلی اور اسمگلنگ کے انسداد کے لیے اٹھائے گئے حکومتی اقدامات کے بارے میں معلومات اور اعداد و شمار سہ ماہی اخبار میں شائع کئے۔

یورپ اور آف میگزیشن اینڈ اوور سیز ایملپلائمنٹ (بی ای او ای) نے بیرون ملک حصول ملازمت کے نجی ریکروٹنگ پروموترز کو لائسنس جاری کر کے اور اپنے طور پر بیرون ملک جانے والی افرادی قوت کی نگرانی کی۔ ایگزیشن آرڈیننس ۱۹۷۹ء بغیر رجسٹریشن سب ایجنٹوں کے کردار کی حوصلہ شکنی کرتا

ہے لیکن ایسے ذیلی ایجنٹ بلاروک ٹوک سرگرم تھے۔ حکومت نے بیرون ملک افرادی قوت بھیجنے والے اداروں کو ترک وطن کرنے والے کارکنوں سے چھ ہزار روپیہ (۵۴ ڈالر) معاوضہ وصول کرنے کی اجازت دے رکھی ہے اور ان کارکنوں کو بیرون ملک ملازمت سے منسلک سارے اخراجات خود ادا کرنا ہوتے ہیں۔ اگرچہ حکومت کا کہنا ہے کہ ملک سے باہر جانے والے کارکنوں کو اخراجات کے بارے میں رسید جاری کی جانے چاہئے لیکن حکومت نے اس حوالہ سے ہونے والے اخراجات کی کوئی حد بیان نہیں کی ہے اور بی ای او ای نے بھی ان محنت کشوں کی رسیدوں پر باقاعدگی سے نظر ثانی نہیں کی۔ ۲۰۱۶ء میں ایک بین الاقوامی تنظیم کی تحقیق نے انکشاف کیا کہ ۸۰ فیصد سے زائد پاکستانی مزدوروں کی سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات میں ملازمت کے اخراجات حد سے زیادہ بٹورے جانی والی ویزا فیس کا نتیجہ تھے۔ بی ای او ای کے مطابق، رپورٹنگ دورانیہ کے دوران، ۲۹ رجسٹر شدہ ریکروٹنگ پروموٹرز کے لائسنس منسوخ اور ۴۱ کے معطل کیے گئے، لیکن ان اداروں کی جانب سے صادر کی جانے والی قانونی خلاف ورزیوں کے بارے میں معلومات فراہم نہیں کی گئیں۔ حکومت نے ۳۵ سال سے کم عمر کی خواتین کے گھریلو ملازمت کی غرض سے بیرون ملک سفر پر پابندی برقرار رکھی۔ اقوام متحدہ اور سول سوسائٹی کے ارکان نے کہا کہ خواتین کی ترک وطن پر پابندی کے نتیجے میں ان کو غیر قانونی طور پر باہر منتقل کرنے کے امکانات میں اضافہ ہو گا، لہذا ان کو انسانی اسمگلنگ کا شکار ہونے کے زیادہ خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔ بی ای او ای لازم کرتا ہے کہ بیرون ملک جانے والے مزدور ادارہ کے سات میں سے کسی ایک دفتر میں قبل ازرواگی بریفنگ ضرور حاصل کریں، جس میں یہ تربیت بھی شامل ہے کہ بیرون ملک کوئی مسئلہ درپیش ہونے کی صورت میں ان مہاجرین کو کیا کرنا چاہئے، تاہم مبصرین کا کہنا تھا کہ حکومت نے ترک وطن کر کے جانے والے مزدوروں کو اسمگلنگ کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کے لئے مناسب اقدامات نہیں اٹھائے باوجودیکہ بے شمار مزدور مذکورہ نوعیت کی اسمگلنگ کا شکار ہو چکے تھے۔ ایف آئی اے نے ایک بین الاقوامی تنظیم کے اشتراک سے پنجاب اور بلوچستان میں انسانوں کی اسمگلنگ اور غیر قانونی منتقلی کے خلاف آگہی مہم چلائی۔ آزاد جموں و کشمیر، خیبر پختونخوا اور پنجاب کی حکومتوں نے عوام الناس کو انسانوں کی اسمگلنگ اور غیر قانونی منتقلی کے بارے میں معلومات فراہم کی لیکن یہ تفصیلات نہیں فراہم کی گئیں کہ کتنے ممکنہ تارک وطن محنت کشوں تک یہ پیغام پہنچایا گیا۔ بی ای او ای نے پاکستانی مزدوروں کی مدد اور معلومات کے لئے ۱۵ ممالک میں ۲۱ کمیونٹی ویلفیئر اتاشی مقرر کئے، لیکن حکومت نے یہ تفصیلات جاری نہیں کیں کہ ان اتاشیوں نے بیرون ملک کتنے متاثرہ پاکستانیوں کی نشاندہی کی یا ان کو مدد فراہم کی۔

جولائی ۲۰۱۷ء میں پاکستان اور افغانستان نے پاکستان میں مقیم دس لاکھ غیر رجسٹرڈ شدہ افغان باشندوں کو افغان سٹیٹن کارڈ (اے سی سی) جاری کرنے کے لئے اشتراک کیا۔ حکومت کو اے سی سی کے لئے ۸۸۰،۰۰۰ کے قریب درخواستیں وصول ہوئیں، جس کے نتیجے میں ان کو پاکستان کے فارینرز ایکٹ کے تحت ملک بدری سے قانونی تحفظ حاصل ہوا اور مارچ ۲۰۱۸ء تک حکومت نے ۳۰۸،۰۰۰ مذکورہ کارڈ سے جاری کیے تھے، جو کہ ۳۰ جون ۲۰۱۸ء تک قابل عمل تھے۔ حکومت نے ماضی میں رجسٹرڈ شدہ افغان پناہ گزینوں کے لئے بھی تصدیقی رجسٹریشن کارڈ میں ۳۰ جون ۲۰۱۸ء تک توسیع کی، لیکن، رپورٹنگ دورانیہ کے دوران، پاکستان کے صوبائی حکام، پولیس اور مقامی آبادیوں کے ہاتھوں افغان پناہ گزینوں کو خوف و ہراساں کیے جانے اور ان سے بھتہ وصولی کی اطلاعات موجود تھیں۔ ۲۰۱۶ء میں ذرائع ابلاغ نے اطلاع دی کہ پاکستانی قانون نافذ کرنے والے اداروں کی مبینہ دھمکیوں کی وجہ سے افغانستان واپس پہنچنے والے افغان شہری پاکستان سے نقل و حمل کے اخراجات ادا نہ کرنے کی وجہ سے اپنے ملک میں بھٹوں میں بیگار کا شکار ہوئے۔ حکومت نے جسم فروشی کے خاتمہ کے لئے کوششیں کیں، جبکہ حکومت نے جبری مشقت کے خاتمہ کے لئے مجموعی طور پر بڑے

پیمانے پر کوششیں نہیں کیں، اس دوران خیبر پختونخوا حکومت کا کہنا تھا کہ اس نے ایک ہزار آجروں کو انسانوں کی اسمگلنگ کے بارے میں آگہی کی تقریبات منعقد کر کے معلومات فراہم کی۔ حکومت نے اپنے سفارتی اور امن دستوں کے ارکان کے لیے انسانی اسمگلنگ کی روک تھام کے متعلق تربیت فراہم کی۔ پاکستان اقوام متحدہ کے ٹریڈنگ ان پرنسپلز ۲۰۰۰ء پر وٹوکول کا دستخط کنندہ نہیں ہے۔

انسانی اسمگلنگ کا تعارفی خاکہ

جیسا کہ گزشتہ پانچ سالوں کے دوران رپورٹ کیا گیا ہے کہ پاکستان جبری مشقت اور جسم فروشی کا شکار بننے والے مردوں، عورتوں اور بچوں کی اسمگلنگ کا منبع، گزر گاہ اور منزل ہے۔ ملک کا سب سے بڑا انسانی اسمگلنگ کا مسئلہ بیگار ہے، جس میں کسی بھی مزدور کی جانب سے ملازمت کی شرط کے طور پر ابتدا میں لیگیا قرضہ استحصال کا باعث بنتا ہے اور بالآخر خاندان کے دیگر لوگ بھی اس جال میں پھنس جاتے ہیں اور کبھی کبھار تو نسلیوں تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ بیگار کی لعنت زیادہ تر سندھ اور پنجاب میں عام ہے، لیکن بلوچستان اور خیبر پختونخوا صوبوں میں بھی ایسا ہوتا ہے، یہ زراعت، خشک سازی، اور کچھ کم پیمانہ پر ماہی گیری، کان کنی، دستکاریوں اور قالین بانی میں بھی مروج ہے۔

سیاسی جماعتوں سے وابستہ بعض جاگیر دار اور بھٹے مالکان بیگار کے جرم میں ملوث ہونے کا بچاؤ کرنے کے لیے ان کا اثر و سونخ کا استعمال کرتے ہیں۔ بچوں کو خرید و فروخت، کرائے پر اور انغوا کر کے منظم بھکاری گروہوں، گھریلو ملازمت، چھوٹی دکانوں، اینٹوں کے بھٹوں اور جسم فروشی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ حقوق اطفال کے لیے سرگرم ایک معروف غیر سرکاری تنظیم کے مطابق پاکستان میں بے گھر بچوں کی اکثریت کو جبری بھکاری بنایا جاتا ہے۔ بھکاری گروہوں کے سرغنہ بعض اوقات زیادہ پیسہ کمانے کے لالچ میں ان بچوں کو جسمانی معذور بھی بناتے ہیں۔ غیر سرکاری تنظیموں کی رپورٹوں کے مطابق لڑکوں کو ہوٹلوں، ٹرک اڈوں، بس اسٹاپ اور درگاہوں کے آس پاس جنسی استحصال کا شکار بنایا جاتا ہے۔ غیر قانونی لیبر ایجنٹ بچوں کی بھرتی کے عوض والدین سے بھاری معاوضہ بٹورتے ہیں اور ان میں سے بعض کو جبری مشقت اور جنسی کاروبار میں استعمال کیا جاتا ہے۔ انسانی اسمگلنگ کے امور پر تحقیق کرنے والے ماہرین کے مطابق عورتوں، لڑکیوں اور ہم جنس پرست و خواجہ سراؤں کو جسم فروشی پر مجبور کرنے کے لئے ہیرا منڈیوں میں ان کی خرید و فروخت سمیت ان کے استحصال کا ایک منظم نظام موجود ہے۔ مبصرین کے مطابق پولیس عام طور پر جسم فروشی کو نظر انداز کرنے کے لئے رشوت وصول کرتی ہے حالانکہ اس میں جسم فروشی کے لئے اسمگلنگ بھی شامل ہو سکتی ہے۔ عورتوں اور لڑکیوں کو زبردستی شادی کروانے کے لئے بھی فروخت کیا جاتا ہے، کچھ واقعات میں ان کے نئے "شوہر" ان کو ایران اور افغانستان میں جسم فروشی پر مجبور کرتے ہیں۔ دیگر واقعات میں لڑکیوں کو قرضہ ادا کرنے یا تنازعات نمٹانے کے لئے ماورائے عدالت جرموں میں ذاتی جائیداد یا ملکیت کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ غیر ریاستی عسکری گروہ بچوں کو انغواء، بے سہارا اور بے کس والدین سے ان کو خرید کر، والدین کو دھمکا کر یا پھر جھانسنے سے حاصل کرتے ہیں اور ان بچوں کو پاکستان اور افغانستان میں جاسوسی اور لڑائی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ قدرتی آفات اور داخلی عسکری کارروائیوں کے نتیجے میں بے گھر ہونے والے پاکستانیوں کی ایک بڑی تعداد اسمگلنگ کا شکار ہونے کے خطرات سے دوچار ہے۔

پاکستانی مرد اور خواتین رضاکارانہ طور پر خلیجی ریاستوں اور یورپ ترک وطن کر کے گھریلو ملازمت، ڈرائیونگ اور تعمیراتی کام سمیت کم اجرت والی ملازمتیں قبول کرتے ہیں، ان میں سے بعض جبری مشقت کے لئے منتقلی کا بھی شکار بنتے ہیں۔ غیر قانونی لیبر ایجنٹوں اور لائسنس یافتہ پاکستانی بیرونی ملک افرادی قوت بھیجنے والے پاکستانی اداروں کے ذیلی ایجنٹوں کی جانب سے ملازمت کا جھانسنہ اور اور بڑی بڑی بھرتی فیس کی وصولی کر کے پاکستانیوں کو جسم فروشی یا بیگار پر مجبور کرتے ہیں۔ بعض معذور پاکستانی بچوں اور بالغ معذور افراد کو ایران میں بھیج کر مانگنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ پاکستان جبری مشقت کا شکار عورتوں، مردوں اور بچوں، خاص طور پر افغانستان، بنگلہ دیش اور سری لنکا سے آنے والوں کی منزل ہے۔ افغانستان، چین، روس، نیپال، ایران، بنگلہ دیش، ازبکستان اور آذربائیجان سے عورتیں اور لڑکیاں مبینہ طور پر جسم فروشی کے لیے پاکستان اسمگل کی جاتی ہیں۔ افغانستان، بنگلہ دیش اور برما سے پناہ گزین، بشمول روہنگیا، اور مذہبی اقلیتیں جیسا کہ عیسائی اور ہزارہ پاکستان میں اسمگلنگ کا آسان شکار ہو سکتے ہیں۔

####